مولانا شاہ محمد جعفر پھلواروی

محمد بن محمد بن سلیمان مالکی

یہ ہیں محمد بن محمد بن سلیمان بن فاسی[1] بن طاہر سوسی رودانی مغربی جو ۱۰۳۷ یا ۱۰۳۹ ہجری میں سوس کے ایک گاؤں "تارودانت[2]" میں پیدا ہوئے۔ ان کا سن وفات ۱۰۹۴ھ ہے، مذہباً مالکی تھے۔ جوان ہونے کے بعد انھیں تحصیل علم کا شوق ہوا تو گھر سے والدین کو بتائے بغیر نکل کھڑے ہوئے۔ مغرب کے مختلف شہروں مثلاً درعہ اور سلجماسہ وغیرہ کے چکر کاٹتے رہے۔ پھر مراکش اور وہاں سے "تاولہ" پہنچے۔ ان شہروں میں بڑے بڑے مشائخ کی شاگردی اختیار کی۔ جن میں مفتی مراکش قاضی القضاۃ ابومہدی عیسیٰ سکنانی، علامہ محمد بن سعید مرغیثی مراکشی اور محمد بن ابی بکر دلائی قابل ذکر ہیں۔ اس کے بعد فاس میں عارف باللہ شیخ محمد بن عبداللہ معان اندلسی سے ملاقات کی۔ انھوں نے محمد کو اُن علوم کے شوق پر بڑی تنبیہ کی جن پر یہ بڑی بحثیں کیا کرتے تھے۔ مثلاً فلسفہ و حکمت اور ریاضیات و نجوم وغیرہ۔ پھر یہ بھی ہدایت کی کہ گھر جا کر اپنے والدین کی خوشنودی حاصل کریں۔ یہ گھر لوٹ آئے اور والدین سے خوشدلانہ اجازتِ سفر حاصل کی اور مراکش واپس آ گئے۔ وہاں علماء سے علوم حاصل کر کے ایک شہر سے دوسرے شہر میں جاتے رہے اور الجزائر میں آ کر ایک عرصے تک مقیم رہے اور وہاں کے اجل شیخ سعید بن ابراہیم قدورہ سے روحانی تعلیم حاصل کر کے خرقہ پہنا۔ پھر ابوعبداللہ محمد بن ناصر درعی کی خدمت میں چار سال رہ کر تفسیر، حدیث، فقہ اور تصوف کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد افریقہ کے مختلف شہروں کا سفر اختیار کیا اور پھر سمندر کا سفر کر کے قسطنطنیہ پہنچے۔ یہاں کے علماء سے ان کی جھڑپیں بھی ہوئیں۔ پھر یہ عزلت گزیں ہو گئے۔ یہاں سے مصر کا سفر اختیار کیا، وہاں کے اکابر علماء سے علوم حاصل کیے۔ ان میں قابل ذکر نور اجہوری، شہاب الدین خفاجی، شہاب الدین قلیوبی، محمد بن احمد شوبری اور شیخ سلطان ہیں۔ شیخ محمد نے ان سبھوں سے اجازۂ حدیث

---

[1] "یہ فاسی فاس کی طرف نسبت نہیں بلکہ "فاسی" نام ہے

[2] تارودانت شہر فاس کا مرکزی مقام ہے۔

حاصل کیا۔ اس کے بعد وہ صعید[1] کے علاقے میں شہر جرجا اور وہاں سے حجاز روانہ ہو گئے۔ فریضۂ حج سے فارغ ہو کر مدینہ منورہ گئے اور وہیں رہ گئے۔ وہاں سلطان قایتبائی کی سرائے میں ایک کمرے کو اپنا مسکن بنا لیا۔ اس کا رخ مسجد نبوی کی طرف تھا۔ یہاں یہ تنہا رہتے اور کسی سے ملتے نہ تھے۔ دن کو نہ نکلتے۔ کبھی کبھی زیارت کے لیے یا کسی اور اہم ضرورت کے لیے شب کو باہر نکلتے تھے اور بعض اوقات کم و بیش ایک ایک مہینہ اپنا دروازہ بند رکھتے اور کوئی انھیں دیکھ نہ سکتا تھا۔

شیخ محمد ہم عصر تھے علامہ شیخ عیسیٰ بن محمد ثعالبی جعفری کے۔ یہ دونوں صلاح و دینداری اور وفورِ علم میں یکساں درجے پر فائز تھے لیکن دونوں کے راستے بالکل الگ تھے۔ ایک دن شیخ عبداللہ العیاشی نے ان کے سامنے شیخ عیسیٰ کا یہ قول دہرایا کہ شیخ محمد کتنے بہتر انسان ہوتے اگر وہ اپنے گوشے کو چھوڑ کر اپنی توجہ خلق اللہ کی طرف دیتے تاکہ لوگ ان سے فائدہ اٹھاتے۔ شیخ محمد نے جواب دیا کہ شیخ عیسیٰ کتنے اچھے عالم اور راہِ سلف پر چلنے والے ہوتے اگر وہ رفتہ رفتہ لوگوں سے کٹ جاتے اور اظہارِ حق کے وقت ان سے مداہنت کا طریقہ ترک کر دیتے۔

وللعشاق فیما یعشقون مذاہب — عاشقوں کے لیے عشق کے کئی راستے ہیں

یہ مسلسل مدینے ہی میں مقیم رہے، یہاں تک کہ ایک مسافر نے انھیں مکہ مکرمہ کے جوار میں اقامت اختیار کرنے کی ترغیب دی اور وہ روانہ ہو کر ایک عرصے تک مکے میں قیام پذیر رہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ دونوں حرمین سے سالہا سال پیوستہ رہے اور پورے انہماک سے مختلف فنون کے مطالعہ و تصنیف میں لگے رہے۔

۱۔ علم معانی و بیان میں ان کی ایک کتاب مختصر تلخیص المفتاح ہے جس کی شرح بھی انھوں نے خود ہی لکھی ہے۔ تلخیص المفتاح کے مؤلف جلال الدین محمد بن عبدالرحمٰن قزوینی شافعی معروف خطیب دمشق متوفی ۷۳۹ ہجری ہیں۔

۲۔ ابوالسعادات مبارک بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد شیبانی معروف بہ ابن اثیر جزری متوفی ۶۰۶ھ کی مشہور تالیف "جامع الاصول لاحادیث الرسول" ہے جس میں تجرید اسانید کے

---

[1] صعید مصر کے بالائی حصے کو کہتے ہیں۔ یہ جنوبی قاہرہ اور جنوبی اسوان کا درمیانی علاقہ ہے۔

ساتھ صحاح ستہ کی تمام روایات مع ان زوائد کے جو صحاح ستہ میں موجود نہیں یک جا کر دی ہیں۔ اس کتاب کی افادی حیثیت کئی لحاظوں سے ابوالحسن رزین بن معاویہ عبدری[1] کی تالیف کتاب "التجرید فی الجمع بین الصحاح" سے بڑھ گئی ہے۔ اسی جامع الاصول پر شیخ محمد نے حاشیہ لکھا ہے۔

۳۔ شیخ موصوف نے "تسہیل" پر بھی حاشیہ لکھا ہے۔ تسہیل علم نحو میں ہے جس کے مصنف شیخ مجدالدین ابوطاہر محمد بن یعقوب فیروز آبادی متوفی ۸۱۷ھ ہیں۔

۴۔ ابن ہمام یعنی کمال الدین محمد بن عبدالواحد سیواسی متوفی ۸۶۱ھ کی کتاب "التحریر فی اصول الفقہ" پر بھی شیخ محمد نے حاشیہ لکھا ہے۔

۵۔ ان کی ایک تالیف علم ہیئات میں بھی ہے جس کا نام "بہجۃ الطلاب فی العمل بالاسطرلاب" ہے۔

۶۔ ایک تصنیف "صلۃ الخلف بموصول السلف" بھی ہے۔

۷۔ ان کی اہم تالیف "جمع الفوائد" ہے جس کا ذکر آگے آئے گا۔

ان کو خوشخطی اور اس کی گلکاری میں رنگ بھرنے میں اور حسین جلد بندی میں کمال حاصل تھا۔ یہ مراکش میں جب تک رہے ہفتے میں ایک دن جمعرات کو اپنے ہنر سے روزی پیدا کرتے اور اسے دوسری جمعرات تک چلاتے۔ انھیں اصطرلاب اور علم اوقات معلوم کرنے کے دوسرے آلات بنانے میں بھی پوری مہارت حاصل تھی۔ ٹوٹے ہوئے شیشے کو تو یہ اس طرح جوڑ دیتے تھے کہ جوڑ پر صرف ہلکا سا بال نظر آ سکتا تھا۔ کرہ تو یہ ایسا بناتے تھے کہ ہیئات اور توقیت دونوں کی باریکیاں معلوم کر لی جائیں۔ اور لطف یہ ہے کہ اسے اپنے ہی غور و فکر سے ایجاد کیا تھا۔ یہ کرہ گول سڈول اور چمکیلا ہوتا۔ جس پر روغن کتان اس طرح پھیرا ہوتا کہ دور سے عسجدی[2] انڈا نظر آتا۔ اس پر طول البلد اور عرض البلد کے نشان ایک دوسرے کے اوپر سے گزرتے۔ یہ کرہ اندر سے کھوکھلا ہوتا اور دو برابر حصوں میں منقسم ہوتا۔ اس میں برجوں کے دائرے وغیرہ معلوم کرنے کے لیے واضح علامتیں اور نشان ہوتے۔ اندرونی حصہ بھی مدور ہی ہوتا۔ جس پر چمکیلا سبز رنگ چڑھا ہوتا۔ غرض اوپر سے بھی اور اندر سے بھی جمیل و خوش منظر ہوتا۔ یہ کرہ ایسا ہوتا کہ فن ہیئات و توقیت

---

[1] متوفی ۵۲۵ھ یا ۵۳۵ھ۔ یہ لفظ عبدری عبدالدار بن قصی کی طرف منسوب ہے جو قریش کی ایک شاخ ہے۔

[2] عسجد یاقوت اور موتی کو بھی کہتے ہیں اور سونے کو بھی۔

کے تمام دوسرے آلات سے بے نیاز کر دیتا کیونکہ اس میں ہر چیز آسانی سے مل جاتی۔ نشان واضح اور مفروضہ فلکی دائرے نمایاں اور تقاطع کی جگہیں صاف محسوس ہو جاتیں۔ اور ان نشانوں سے شہروں کے طول البلد اور عرض البلد کا فرق نمایاں ہو جاتا۔ اس صنعت کے ساتھ آپ نے ایک رسالہ بھی لکھا جس میں بتایا کہ اس کرّے کو کس مقصد کے لیے کس طرح استعمال کیا جائے۔ یہ رسالہ شائع ہوتے ہی لوگ اس آلے کو حاصل کرنے کے لیے ٹوٹ پڑے لیکن وہ اس کے صحیح استعمال پر قادر نہ تھے۔ اس آلے کے دام خاصے گراں تھے۔ علم نجوم اور اس سے متعلق حساب کتاب وغیرہ کے بڑے محقق تھے لیکن اپنی دینداری کی وجہ سے ان باتوں سے پرہیز کرتے تھے جن سے دنیاوی حوادث کی پیشین گوئی کی جاتی ہے علم توقیت پر ان کا ایک قصیدہ بھی ہے جو روضتہ سے بڑا ہے[1]۔ اسے بڑی محنت سے انھوں نے منظوم کیا اور سلطان الغ بیگ کی رصدگاہ کی طرح دوسری رصدگاہوں کی بنیاد پر مبنی ایسے قواعد مرتب کیے جن کی مدد سے یہ کام آسان ہو جاتے نیز اپنے اسی قصیدے کی لاجواب شرح بھی خود ہی لکھی۔

ان سارے مشاغل کے بعد شیخ محمد نے علم حدیث کی طرف توجہ دی اور حدیث کی کتابیں اکٹھی کیں۔ طلبہ ان کے گرد جمع ہو گئے جن میں قابل ذکر سید احمد بن ابی بکر شنجان[2]، سید محمد بن عمر شنجان، شیخ عبد اللہ بن سالم بصری، سید محمد بن ابی بکر شبلی اور شیخ حسین بن علی عجیمی وغیرہ ہیں۔

شیخ محمد نے تیسیر الوصول الی جامع الاصول (مؤلفہ شیخ عبد الرحمٰن بن علی الشہیر بابن الدیبع متوفی ۹۴۴ھ) کا ایک بہت عمدہ اختصار کیا اور ایک کتاب حدیث لکھی جس کا نام جمع الفوائد رکھا جو مکے میں بہت مشہور ہے۔ نواب سید صدیق حسن خاں صاحب نے اتحاف النبلاء المتقین[3] میں لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب سفر حج کے موقع پر دیکھی ہے۔ مولانا عاشق علی صاحب مولوی فاضل نے اس کا ایک نسخہ "کفر سوسہ" (دمشق) میں دیکھا اور اس کی نقل لی اور پیر جھنڈا (مولانا شیخ احسان اللہ مرحوم) کے کتب خانے کے نسخہ جمع الفوائد سے اس کا مقابلہ و تصحیح کر کے ۱۳۴۶ھ میں مطبع خیریہ میرٹھ سے طبع کرایا۔ میرے سامنے اس وقت جمع الفوائد

---

[1] روضہ

[2] شنجان بکسر الشین المعجمہ لبنان کا ایک قریہ ہے۔ اور عراق میں قانی کا ایک عہدہ بھی۔

[3] ص ۹۶ مطبع نظامی کانپور ۱۲۸۸ھ

کا یہی نسخہ ہے۔ اس سے میں نے اپنے انتخابِ حدیث (ریاض السنۃ) میں خاصی مدد لی ہے۔ اور پیشِ نظر مضمون کا اکثر حصّہ اسی کا رہینِ منت ہے۔

یہ کتاب چودہ کتبِ احادیث کی روایات پر مشتمل ہے جو یہ ہیں :۔ بخاری، مسلم، ترمذی، نسائی، ابوداؤد، ابن ماجہ، موطائے مالک، مسند احمد، مسند ابی یعلی موصلی، مسند دارمی، مسند ابی بکر البزار، طبرانی کی معجم کبیر، اوسط اور صغیر۔ اس کا پورا نام ہے "جمع الفوائد من جامع الاصول ومجمع الزوائد" گویا یہ جمع الفوائد دونوں کتابوں کا مجموعہ ہے۔ اول الذکر امام مجدالدین ابوالسعادات المبارک بن ابی الکرم محمد بن محمد بن عبدالکریم بن عبدالواحد الشیبانی المعروف بابن الاثیر الجزری متوفی ۶۰۶ھ کی تالیف ہے اور ثانی الذکر کے مؤلف حافظ نورالدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الہیثمی متوفی ۸۰۷ھ ہیں۔

جب احمد پاشا کبرلی (یکے از وزرائے ترکیہ) کے بھائی مصطفےٰ پاشا مکے میں ۱۰۸۱ھ میں آئے تو شیخ محمد کے ساتھ خصوصی تعلقات قائم ہو گئے۔ شیخ سے انھوں نے علمی استفادہ بھی کیا اور ان کے بڑے معتقد ہو گئے اور ان کو اپنے ساتھ روم لے گئے۔ جب وہ مصر پہنچے تو وہاں کے لوگوں نے اُن کی بڑی آؤ بھگت کی۔ شیخ نے وہاں کے شیوخ سے بھی علمی استفادہ کیا۔ پھر جب رملہ پہنچے تو وہاں کے شیخ الحنفیہ علامہ خیرالدین رملی سے بھی علمی استفادہ کیا۔ پھر شام آ کر نقیب الشام سید محمد بن حمزہ اور محمد بن بدرالدین بن بلبان حنبلی سے بھی علمی استفادہ کیا۔ جب قسطنطنیہ گئے تو احمد پاشا کے پاس ہی رہ کر ایک سال کے قریب گزارا اور پھر اعزاز و اکرام کے ساتھ مکے آئے اور انھیں ایسا مقام حاصل ہوا جو پہلے کبھی حاصل نہ ہوا تھا۔ یعنی انھیں امورِ حرمین کا نگران مقرر کیا گیا۔ شریف مکہ برکات بن محمد بھی ان کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاتے تھے۔ خاص اور عام معاملات سب ان سے وابستہ ہو گئے لیکن جب وزیر (احمد پاشا) کا انتقال ہوا تو شیخ کی حالت پتلی ہو گئی اور جس مقام پر اب تک فائز تھے اس سے بہت نیچے آ گئے۔ سچ کہا ہے کسی نے ؎

لکل شیء اذا ما تم نقصان
فلا یغتر بطیب العیش انسان

"ہر شے جب کمال پہ پہنچتی ہے تو اس میں کمی آجاتی ہے اس لیے کسی آدمی کو عمدہ زندگی سے دھوکا نہیں کھانا چاہئے۔"

اب شریف برکات نے مرکز سے یہ مطالبہ کیا کہ انھیں مکے سے نکال دیا جائے۔ حالانکہ اس سے پہلے شریف اور شیخ کے بڑے روابط تھے اور شیخ ہی کی بدولت شریف برکات کا عہدۂ شرافت مکمل ہوا تھا۔ بہر حال سلطانی

حکم ۱۰۹۳ھ آگیا کہ انھیں مکے سے نکال کر دمشق بھیج دیا جائے۔ عین عید فطر کا دن تھا۔ برکات کے فرزند سعید اور قاضی مکہ نے شریف مکہ پر زور دیا کہ حکم سلطانی کی تعمیل کر دی جائے لیکن شیخ نے ڈاکوؤں کے خوف کا عذر پیش کیا اور مکے سے نکلنے پر راضی نہ ہوئے۔ الغرض بعض اشرافِ مکہ کی سفارش و اصرار پہ برکات نے انھیں حج تک کی مہلت دے دی۔ حج کے بعد ایک شامی قافلے کے ساتھ یہ روانہ ہو گئے اور اہل و عیال کو مکے میں ہی چھوڑ دیا۔ جب دمشق پہنچے تو نقیب الاشراف عبدالکریم بن حمزہ کے محلے میں ٹھہرے اور ایک مدت تک تنہائی کی زندگی گزارتے رہے۔ بہت کم لوگوں سے ملتے تھے۔ اسی اقامت کے دوران اپنی تالیف میں لگے رہے جس میں کتب خمسہ (بخاری، مسلم، ابوداؤد، ترمذی، نسائی) اور موطا امام مالک کی روایات کو یکجا کیا۔ اس کا انداز وہی رکھا جو ابن الاثیر نے جامع الاصول میں رکھا تھا لیکن کتب خمسہ کے علاوہ ابن ماجہ کو بھی شریک کر لیا جو ابن الاثیر نے چھوڑ دیا تھا۔ ابن الاثیر ان لوگوں میں سے ہے جو صحاح ستہ میں ابن ماجہ کی جگہ موطا امام مالک کو رکھتے ہیں۔

شیخ محمد نے بیس ۱۱ ذی القعدہ ۱۰۹۴ھ بروز یکشنبہ رحلت فرمائی اور اپنی وصیت کے مطابق میدان قاسیون واقع صالحیہ میں دفن کیے گئے۔

مکے مدینے اور روم میں بہت سے لوگوں نے ان سے علمی استفادہ کیا۔ ان میں مشہور ترین شیخ عبدالقادر بن عبدالہادی ہیں جو شیخ کے ساتھ روم تک آئے۔ یہ شیخ کے بے حد مداح ہیں۔ لکھتے ہیں کہ جن جن لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے ان میں کوئی بھی ایسا نہیں جسے حدیث اور اصولِ حدیث کا اتنا درک ہو جتنا شیخ محمد کو حاصل تھا۔ علومِ ادب میں تو وہ انتہا کو پہنچے ہوئے تھے۔ فلسفے، منطق، طبعیات اور الہیات میں وہ ایسے استاد تھے کہ محض اکتساب سے کوئی ان کے مرتبے کو نہیں پہنچ سکتا۔ ریاضی، اقلیدس، ہیئات، مخروطات، متوسطات اور مجسطی میں بھی انھیں کمال تھا۔ حساب، الجبرا، ارثمیٹک اور موسیقی اور مساحت میں انھیں ایسا درک تھا کہ ان کا کوئی مقابل نہ تھا۔ ان علوم کو ان کے معاصرین ظواہر کی حد تک تو جانتے تھے لیکن ان کی باریکیوں تک ان کی رسائی نہ تھی۔ عربیت اور تعریف ان کی گفتگو بڑی جامع اور کافی و وافی ہوتی تھی۔ اور تفسیر، نیز فنِ رجال اور اس کے متعلقات میں انھیں ید طولیٰ حاصل تھا۔ تواریخ، ایام عرب، وقائع عرب، اشعار اور محاضرات وغیرہ انھیں بکثرت یاد تھے۔ بعض نادر علوم مثلاً رمل، جفر، فن طلوعِ ہلال، سیمیا، کیمیا میں بھی مہارت رکھتے تھے۔ ان پر گویا یہ شعر صادق آتا ہے ؎

وکان من العلوم بحیث یقضی

لہ فی کل علم بالجمیع

علوم میں ان کا یہ مقام کہ یہ فیصلہ دیا جاسکتا ہے کہ ہر علم انھیں مکمل طور پر حاصل ہے

ان کے مزید حالات معلوم کرنے کے لیے مندرجہ ذیل کتابیں دیکھنی چاہئیں :-

خطیب بغدادی کی "ہدیۃ العارفین" ج ۲ : ص ۲۹۸ - نیز انہی کی ایضاح المکنون ج ۱ : ص ۳۶۷ و ج ۲ : ص ۷۰ -

ابن سودہ کی دلیل مورخ المغرب صفحہ ۲۴ - زرکلی کی الاعلام ج ۷ : ۲۹۴ - نواب صدیق حسن کی اتحاف النبلا المتقین - صفحہ ۶۵ و جمع الفوائد ج ۱ : صفحہ ۴۳

الفہرست

تالیف : محمد بن اسحٰق ابن ندیم وراق ترجمہ و تحشیہ : مولانا محمد اسحٰق بھٹی

محمد بن اسحٰق ابن ندیم وراق کی یہ کتاب چوتھی صدی ہجری کے علوم و فنون اور کتب و مصنفین کی مستند تاریخ ہے اور اس موضوع سے متعلق بنیادی مآخذ کی حیثیت رکھتی ہے - اس میں یہود و نصاریٰ کی کتابوں، قرآن مجید کے علوم، ادب و انشا اور اس کے مختلف مکاتب فکر، حدیث و فقہ اور اس کے تمام مدارس فکر، علم نحو منطق و فلسفہ، ریاضی و حساب، شعر و شعبدہ بازی، طب اور صنعت کیمیا وغیرہ تمام علوم، ان کے علماء ماہرین اور اس سلسلہ کی تصانیف کے بارے میں اہم تفصیلات بیان کی گئی ہیں - نیز ہندوستان اور چین وغیرہ میں اس وقت جو مذاہب رائج تھے، ان کی وضاحت کی گئی ہے - پھر یہ بتایا گیا ہے کہ اس دور میں دنیا کے کس کس خطے میں کیا کیا زبانیں رائج تھیں -

الفہرست کے اردو ترجمہ کی شدید ضرورت محسوس کی جارہی تھی - چنانچہ متعدد نسخے سامنے رکھ کر اس کا ترجمہ کیا گیا ہے - فاضل مترجم نے ضروری حواشی دے کر کتاب کی افادیت میں اضافہ کر دیا ہے - قیمت مع اشاریہ ۲۲/۵۰

ملنے کا پتہ

ادارۂ ثقافت اسلامیہ، کلب روڈ، لاہور